خلافت لائبریری ربوہ

احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

منگل
۱۷۔ جنوری ۱۹۹۵ء

روزنامہ الفضل ربوہ
فون ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۵-۸۰ نمبر ۱۵ | منگل ۱۵- شعبان ۱۴۱۵ھ ' ۱۷- صلح ۱۳۷۴ھش ' ۱۷- جنوری ۱۹۹۵ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا کے بندوں کو فریب اور مکر سے کوئی غرض نہیں ہوتی

جو خدا کے بندے ہوتے ہیں ان میں خوشبو اور برکت ہوتی ہے۔ فریب اور مکر سے ان کو کوئی غرض نہیں ہوتی۔ جیسے آفتاب اسے چمکتا ہوا نظر آتا ہے ایسے ہی دور سے اس کی چمک دکھائی دیتی ہے۔ اور دنیا میں اصل چمک انہیں کی ہے یہ آفتاب اور قمر وغیرہ تو صرف نمونہ ہیں۔ ان کی چمک دائمی نہیں ہے کیونکہ یہ غروب ہو جاتے ہیں لیکن وہ غروب نہیں ہوتے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

انسان کو چاہئے کہ ہردم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیسا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہرنہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور ناقابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بیکس اور ہر ایک طرح کے غرور و رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظات جلد سوم ص ۳۱۵)

سانحہ ارتحال

○ مکرم افتخار علی قریشی صاحب وکیل المال الثالث تحریک جدید ربوہ تحریر فرماتے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر منصور احمد قریشی صاحب (اینستھیزیا کنسلٹنٹ انگلستان' ایران' کینیڈا وغیرہ) بقضائے الٰہی ۳۔ جنوری ۱۹۹۵ء کراچی میں وفات پاگئے اور ۴۔ جنوری بعد نماز عصر ربوہ میں قبرستان عام میں تدفین ہوئی۔ نماز جنازہ مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب نے پڑھائی اور بعد تدفین دعا بھی کرائی۔ موصوف خاکسار کے برادر نسبتی اور پھوپی زاد بھائی تھے اور حضرت منشی فیاض علی صاحب رفیق حضرت بانی جماعت احمدیہ کے پوتے تھے۔ آپ نے ۶۷سال عمر پائی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

نکاح

○ مکرم محمد زاہد صاحب کارکن روزنامہ الفضل ابن مکرم محمد اسلام صاحب (وفات یافتہ) کا نکاح ہمراہ عزیزہ مکرمہ نیلم رانی صاحبہ بنت مکرم عبدالرشید خان صاحب حافظ آباد بعوض پندرہ ہزار روپے حق مہر مکرم بشارت احمد صاحب مربی سلسلہ نے حافظ آباد میں مورخہ ۹۴-۱۲-۳۰ کو پڑھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ رشتہ جانبین کے لئے بہت بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔

○ مکرم مرزا حفیظ احمد صاحب وکالت علیاء ربوہ کی بھتیجی عزیزہ انیسہ مرزا بنت مرزا نفیس احمد صاحب محلہ دارالیمن غربی ربوہ کا نکاح ہمراہ محترم چوہدری عبدالقیوم ساہی صاحب ولد مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب ساہی زعیم انصار اللہ سرشمیر روڈ ضلع فیصل آباد مورخہ ۹۴-۱۲-۲۳ کو مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے بیت المبارک ربوہ میں پڑھا۔ بچی مکرم مرزا لطیف احمد صاحب پنشنر صدر انجمن احمدیہ کی پوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے مبارک فرمائے۔

جس قدر دعا کی ضرورت پہلے زمانہ میں تھی آج اس سے بہت بڑھ کر ہے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

علوم کی ترقی انسانی ذمہ داریوں اور بوجھوں کو کم نہیں کرتی بلکہ اور زیادہ بڑھا دیتی ہے چونکہ اس زمانہ میں علوم نے بہت زیادہ ترقی کر لی ہے اس لئے جس قدر دعا کی ضرورت پہلے زمانہ میں تھی۔ آج اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ لیکن تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ انسان جس وقت سب سے زیادہ دعا کا محتاج ہے اس وقت سب سے زیادہ غفلت اور لاپرواہی سے کام لے رہا ہے اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ جب کسی کو معمولی سی حرارت ہو تو دوا پئے لیکن جب تیز تپ ہو جائے تو کہے کہ اب دوا کی ضرورت نہیں حالانکہ وہی وقت دوا پینے کا ہے۔ تو گو انسان دعا کا ہمیشہ سے محتاج چلا آرہا ہے مگر اس زمانہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ لیکن اسی زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے کھڑے ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ دعا ایک لغو اور پرانا خیال ہے صرف زبان کی حرکت سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے حالانکہ یہی لوگ دیکھتے ہیں کہ زبان ہی کی حرکت انسان کو کنوئیں میں گرا دیتی ہے اور زبان ہی کی حرکت اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ پھر دیکھو گداگر بھی زبان ہی ہلاتے ہیں۔ کیا انہیں زبان کی اس حرکت سے مادی نفع نہیں مل جاتا۔ ایک بڑے دنیادار شخص نے کہا تھا کہ لفظوں سے مادی فائدہ نہیں مل سکتا اس لئے دعا کرنا ایک لغو امر ہے مگر اس کو یہ خیال نہ آیا کہ ایک محتاج آکر سوال کرتا ہے اس کے سوال کرنے پر پیسہ دو پیسے آنہ دو آنے اس کے ہاتھ میں چلے جاتے ہیں۔ کیا اس کو یہ مادی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ ضرور ہوا ہے۔ پس جب ایک انسان پر گداگر کے الفاظ کا اثر ہوتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ خود محتاج ہوتا ہے اس کی دستگیری کرتا ہے تو خدا جو کسی کا محتاج نہیں اس کے حضور اگر کوئی عرض کرے تو کیا وجہ ہے کہ وہ دستگیری نہیں کرے گا یہ بہت نادانی اور کم عقلی کی بات ہے اور جو لوگ اس طرح کہتے ہیں انہوں نے دعا کو ایک ڈھکوسلہ سمجھ رکھا ہے۔ اگر یہ لوگ تدبر سے کام لیتے۔ تو انہیں دعا کی صداقت کے قبول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ کیونکہ بعض عقائد تو ایسے ہوتے ہیں جن کا نتیجہ عمل کو چاہتا ہے۔ مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ انسان فوراً اس کا اثر دیکھ سکتا ہے اور ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اس کا تجربہ کر سکتا ہے (۔) انسان جب بھی خدا کے حضور جھکے خدا اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس طرح وہ دعا کی صداقت کو دیکھ سکتا ہے اور خود تجربہ کر سکتا ہے۔

(از خطبہ ۱۶ جون ۱۹۱۶ء)

تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے آپکو درست کرلو اور اس کے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی - ربوہ

قیمت
دو روپیہ

۱۷- صلح ۱۳۷۴ ہش ۱۷- جنوری ۱۹۹۵ء

دعا اور عمل - دونو

انسان کو حقیقی کامیابی تو خدا تعالیٰ کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد کے لئے یہ لازم ہے کہ انسان اُس سے مانگے یعنی دعا کرے۔ دعا انسانی زندگی کا ایک ایسا لازمہ ہے کہ اس کے بغیر نہ روح کو چین آسکتا ہے نہ ہمارے کام صحیح طور پر سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔

بعض لوگ دعاؤں پر زور تو دیتے ہیں لیکن ان کے لوازمات کو بُھول جاتے ہیں۔ دعا کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ انسان تمام وسائل کو استعمال کرے اور اپنی طرف سے پوری کوشش کرے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کام کا نتیجہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن کام کرنے کے لئے وسائل کی ضرورت ہے یہ نہیں کہ انسان دعا تو کرتا رہے اور خود کوئی کوشش نہ کرے۔ کسی وسیلے کو کام میں نہ لائے۔ جو سامان اسے میسر ہیں انہیں استعمال نہ کرے۔ اور پھر اس بات کی امید رکھے کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہو جائے۔ سامانوں کے استعمال کے بغیر دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خدا تعالیٰ کو آزمایا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت امام جماعت الثانی (ہماری دلی دعائیں آپ کیلئے) فرماتے ہیں۔

"ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ دعاؤں کے ساتھ سامان کی بھی بڑی ضرورت ہے جو لوگ صرف دعا پر ہی بھروسہ کر کے سامان کو لغو قرار دیتے ہیں وہ بجائے انعام الٰہی سے حصہ لینے کے غضبِ الٰہی کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ وہ اس طریق عمل سے خدا تعالیٰ کا امتحان لیتے ہیں۔ امتحان ہمیشہ لائق لیا کرتا ہے۔ کیا کبھی کسی وزیر نے بھی بادشاہ کا امتحان لیا۔ نہیں بلکہ بادشاہ اور اس کی طرف سے لائق اشخاص کسی کی عقل، فہم اور لیاقت کو دیکھتے ہیں۔ اور اس طرح کوئی وزارت کا عہدہ پاتا ہے۔ پھر کسی طالب علم کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنے استاد کا امتحان لے۔ ہاں استاد کا حق ہے کہ اپنے شاگرد کا امتحان لے۔ تو پھر کسی انسان کی کیا حیثیت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا امتحان لے۔ بندہ کا یہ کام ہرگز نہیں۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنے آپ کو انعام الٰہی کا نہیں بلکہ عذابِ الٰہی کا مستحق بناتا ہے۔ جو لوگ دعاؤں کے عادی ہیں۔ وہ اس بات کو کبھی نہ بھولیں"۔

یہ بات بخوبی سمجھ لینے کے لائق ہے کہ چاہتے تو ہم اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اپنی غلطی سے اس کے غضب کے مستحق ہو جائیں۔ دعا بھی کریں اور اُس کے غضب کے بھی مستحق ہو جائیں۔ اس سے بڑی انسان کی بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دعا کرنا خدا تعالیٰ پر ایمان کی دلیل ہے۔ لیکن دعا کس طرح کی جائے۔ کیا صرف دعا ہی پر بھروسہ کر لیا جائے۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ ہمارے کام صرف اور صرف خدا تعالیٰ نے کرنے ہیں۔ اور ہمارا ان میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قویٰ دیئے ہیں۔ اعضا دیئے ہیں۔ دماغ دیا ہے دل دیا ہے۔ وسائل دیئے ہیں۔ اگر ہم ان ساری چیزوں کو استعمال میں نہیں لاتے اور صرف خدا سے دعا میں لگ جاتے ہیں تو جیسا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے فرمایا ہے اس بات کا صرف امکان نہیں یقین ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق بن جائیں گے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم خود تو کچھ نہیں کر رہے۔ ساری بات خدا پر ڈال دیتے ہیں اور اُس کا امتحان لیتے ہیں۔ خدا کا امتحان لینا ایک ایسی گستاخی ہے جسے کسی صورت بھی خدا تعالیٰ برداشت نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت امام جماعت الثانی نے مثال دی ہے کبھی کوئی وزیر بادشاہ کا بھی امتحان لیتا ہے۔ بادشاہ دوسرے لوگوں کا امتحان لیتا ہے۔ اور امتحان لینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ پورے اتریں تو انہیں کوئی عہدہ دیا جائے یا استاد طالب علم کا امتحان لیتا ہے تاکہ اس کو شاباش دی جائے۔ نہ کہ طالب علم استاد کا امتحان لینے لگے۔ اگر ایسا کرے تو یقیناً استاد کو غصہ آئے گا۔ اور وہ طالب علم اس کے غضب کا مستحق بن جائے گا۔ اور اسے سزا بھی ملے گی۔

پس یہ بات ہمیں کبھی نہیں بھولنی چاہئے۔ کہ ہم خدا تعالیٰ کا امتحان لینے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ کام خدا کا ہے جو ہمارا امتحان لے۔

نیک اعمال کو پسند کرو
اپنے کردار کو بلند کرو
ناروا بات کی ہے گر عادت
ہونٹ سی لو، زباں کو بند کرو

ابو الاقبال

دِکھاوے کی محبتیں

قاضی صاحب کی جب مَری لَونڈی ۔۔۔ شہر کا شہر پوچھنے آیا
قاضی صاحب مگر مَرے جس دن ۔۔۔ نظر آئی کہیں نہ بزمِ عزا
ہے محبت فقط دکھاوے کی
اہلِ دنیا کا ہے یہی شیوہ

قاضی صاحب کی ایک تھی بیٹی ۔۔۔ اپنی گڑیا کا اس نے بیاہ کیا
لڑکی والوں کے ہاں تھا آدھا شہر ۔۔۔ باقی آدھا براتیوں میں تھا
آخر اِک دن قضائے ربّی سے ۔۔۔ قاضی صاحب کا انتقال ہوا
بعد کچھ دن کے اُن کی بیٹی کا ۔۔۔ ایک مفلس سے ہو گیا رشتہ
آدمی ایک بھی نہ تھا موجود ۔۔۔ کسمپرسی میں ایسا عقد ہوا
ہے محبت فقط دکھاوے کی
اہلِ دنیا کا ہے یہی شیوہ

قاضی صاحب کی ایک کُتیا تھی ۔۔۔ پاؤں پر اس کے پھر گیا پہیّا
پھر تو بیمار پُرس خلقت کا ۔۔۔ تین دن تک بندھا رہا تانتا
چھِن گیا عہدہَ قضا۔ افسوس ۔۔۔ کچھ دنوں بعد۔ قاضی صاحب کا
"اُترا شحنہ" کہا گیا ان کو ۔۔۔ نام "مردک" رکھا گیا ان کا
ایک چھکڑے سے اتفاقاً پھر ۔۔۔ پاؤں کچلا گیا بچارے کا
لاد کر لے گئے شفاخانے ۔۔۔ فرض اپنا کیا پولس نے ادا
ماجرا اب وہاں کا بھی سنئے ۔۔۔ قاضی صاحب پہ حال جو گذرا
پاس پیسہ نہ تھا جو دینے کو ۔۔۔ منہ کسی کا نہ کر سکے بیٹھا
ناغہ ہوتی تھیں پٹیاں اکثر ۔۔۔ نہ دوا تھی، نہ روٹی اور کپڑا
جاں بحق ہو گئے۔ وہ گل سڑ کر ۔۔۔ قصہ یوں آپ کا تمام ہوا
ہے محبت فقط دکھاوے کی
اہلِ دنیا کا ہے یہی شیوہ

قاضی صاحب کا ایک بیٹا تھا ۔۔۔ بن گیا وہ پولس کا داروغہ
ہو گیا وہ امیر۔ رشوت سے ۔۔۔ مقبرہ باپ کا بنا ڈالا
ختم کروا دیئے کئی قرآں ۔۔۔ اور فقیروں کو خوب کھلوایا
جتنے مُلّا تھے شہر میں۔ سب کو ۔۔۔ جوڑا اور نقد تحفتہً بھیجا
پھر بڑے اہتمام سے ہر سال ۔۔۔ قاضی صاحب کا عُرس ہونے لگا
قبر پر ٹُوٹنے لگی خلقت ۔۔۔ "پیر قاضی" کا نام چل نکلا
بَن گئے مفت میں وہ قطب اور غوث ۔۔۔ اور "کرامت" کا بج گیا ڈنکا
قبر پُجنے لگی بصد شدّت ۔۔۔ بن گئے شہر کے خدا گویا
نِصف شب کو مگر مزار میں سے ۔۔۔ سنتے ہیں سب۔ کہ کوئی ہے گاتا
"ہے محبت فقط دکھاوے کی
اہلِ دنیا کا ہے یہی شیوہ"

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل

خلافت لائبریری ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادرفتگان

بشیر احمد خان رفیق لندن

محترم عزیز دین صاحب

ذوق نے کیا خوب کہا ہے کہ ۔

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحاؑ و خضر سے

عزیز دین میرے بھائی تھے۔ میرے دوست تھے میرے مشفق وہمدم تھے۔ میرے دکھ سکھ میں میرے شریک تھے۔ میرے ہمراز تھے۔ میرے بزرگ اور میرے واعظ تھے۔ ان کا ملنا یقیناً ملاقاتِ مسیحا و خضر سے کم نہ تھا۔ ان کی صحبت صالحین کی صحبت سے کم نہ تھی۔

عزیزہ طلعت بنت برادرم عبدالعزیز دین کی تقریب رخصتانہ تھی۔ بیت الفضل سے ملحقہ محمود ہال اور بیت الذکر کے صحن میں استادہ وسیع وعریض خیمہ احباب سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ عزیزہ طلعت کی نسبت عزیز منصور احمد ساقی ابن برادرم مبارک احمد صاحب ساقی سے طے پائی ہے۔ اور اس رشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کے دو نہایت مخلص اور احمدیت کے فدائی و شیدائی خاندانوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ میں خیمہ میں ایک کرسی پر بیٹھا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی تشریف آوری کا منتظر تھا۔ بے ساختہ اپنے بھائی۔ پیارے دوست اور مشفق و مہربان عبدالعزیز دین کی یاد نے طبیعت کو گداز کر دیا۔ آج وہ ہوتے تو اپنی پیاری بیٹی کو خود وداع کرتے۔ اس بیٹی کو جس کی پیدائش پر میرے بھائی خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ مجھے فون پر اطلاع دی تو ان کی آواز شدتِ مسرت سے لرز رہی تھی۔ میں نے جا کر عزیزہ طلعت کو دیکھا۔ بھائی کو مبارکباد دی۔ عزیز صاحب کہنے لگے اب مجھے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں سے نواز دیا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان دو بچیوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں جنت میں جگہ دے گا۔ اپنے تمام بچوں کی پیدائش پر مکرم عبدالعزیز دین صاحب نے بے حد خوشی کا اظہار کیا تھا۔ مگر عزیزہ طلعت کی پیدائش برادرم عزیز صاحب کے لئے غیر معمولی مسرت و شادمانی کا باعث ہوئی تھی۔

پیارے عزیز دین کی کس کس بات کا تذکرہ کروں وہ ہمہ صفت موصوف تھے۔ دراز قد، خوبرو، مردانہ حسن کے مجسمہ اور جوان رعنا ہونے کے باوجود تقویٰ اور دینداری میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور ۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

کا کامل نمونہ تھے۔ بدنظری خیالات کی پراگندگی اور بدمعاملگی سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جنگ عظیم دوم کے ایام تھے۔ میں اپنی بھرپور جوانی میں تھا اور فرنیچر کی ایک دکان کا مالک تھا۔ ایک خاتون دکان پر آئیں۔ کچھ فرنیچر خریدا اور اسے گھر پہنچانے کے لئے اپنا پتہ دے گئیں فرنیچر کی قیمت بھی گھر پر ادائیگی کا وعدہ کر کے چلی گئیں۔ میں اگلے دن مطلوبہ فرنیچر لے کر اس پتہ پر گیا جو خاتون نے دیا تھا ایک خوش شکل نوجوان لڑکی گھر سے برآمد ہوئی اور کہا کہ میری والدہ گھر پر نہیں ہیں لیکن فرنیچر کی رقم دے گئی ہیں۔ آپ فرنیچر نیچے تہہ خانہ میں رکھوا دیں میں نے فرنیچر تہ خانہ میں رکھ دیا اور قیمت کی ادائیگی کا منتظر ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد یہ نوجوان لڑکی عریاں حالت میں برآمد ہوئی اور مجھے دعوت نظارہ دینے لگی۔ میں نے جونہی اسے اس حال میں دیکھا میں سرپٹ اوپر کو بھاگا۔ فرنیچر کی قیمت کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور اوپر جا کر سڑک پر دم لیا اور وہاں سے سیدھا اپنی دکان پر پہنچا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے محض اپنے فضل سے ایک خوفناک ابتلاء سے بچایا۔ اور دن بھر بخشش طلب کرتا رہا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب عزیز صاحب شباب کے جوبن پر تھے۔ ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو ایسے مواقع پر کہا کرتے ہیں کہ ۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

عزیز صاحب نے قعرِ دریا میں ہوتے ہوئے بھی دامن کو کبھی تر نہ ہونے دیا۔ حالانکہ یہ وہ دَور تھا کہ ہندوستانی نوجوان مغرب میں آتے ہی عیاشی اور رنگ رلیوں میں اپنے مستقبل کو بھی داؤ پر لگا دیتے تھے۔ عزیز صاحب کو دعوت الی اللہ کا شوق ہی نہیں۔ جنون تھا۔ دعوت الی اللہ ان کا اوڑھنا بچھونا اور ان کی زندگی کا مقصود تھا۔ ۱۹۶۱ء میں مَیں نے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی ہدایت پر برائٹن میں ہفتہ وار تقاریر کا اہتمام کیا اور ایک ہال کرایہ پر لے لیا۔ پروگرام میں مستقلاً عزیز صاحب کی صدارت اور میری تقریر شامل ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ باوجود ہماری پبلسٹی کے موعود وقت پر ہال میں کوئی بھی نہ آیا جب وقت کچھ زیادہ گذر گیا تو عزیز صاحب فرمانے لگے کہ ہال کے باہر جو بنچ ہے اس پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ اخبار پڑھیں مَیں راہ چلتے رہگذروں کو گھیر گھار کے ہال میں لے جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور جب معقول حاضری ہو جائیگی تو میٹنگ کر لیں گے۔ چنانچہ میں تو بنچ پر بیٹھ گیا اور ایک اخبار پڑھنے لگا۔ عزیز صاحب ہر گذرنے والے کو دعوت دیتے اور کچھ دور اس کے ساتھ چل کر اسے میٹنگ میں شامل ہونے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن عزیز صاحب کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک گونگا بہرا شخص ملا۔ عزیز صاحب اسے لے کر بنچ پر میرے قریب ہی بیٹھ گئے اور مجھے کہنے لگے کہ چلو اور کچھ نہیں تو اسے ہی دعوت الی اللہ کرتے ہیں۔ مجھ سے اخبار لے کر خالی جگہوں پر عزیز صاحب چند کلمات لکھتے تھے گونگا بہرہ ان کا جواب لکھ دیتا۔ یہ سلسلہ کچھ دیر جاری رہا۔ کہ اچانک عزیز صاحب نے ایک خاتون کو اپنی طرف آتے دیکھا مجھے فرمانے لگے آپ اسے مصروف رکھیں میں اس خاتون کو لاتا ہوں۔ گونگا بہرہ شخص یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ عزیز صاحب نے اس عورت سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بات سننے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اور عزیز صاحب تھک ہار کر واپس بنچ پر تشریف فرما ہوئے۔ گونگا ہوشیار اور سمجھدار تھا۔ جب عزیز صاحب کچھ سستا لئے تو اس نے اخبار کے ایک حصہ پر عزیز صاحب کو لکھ دیا کہ

You could'nt catch her? (آپ اس عورت کو نہیں بلا سکے۔؟

خیر کچھ مزید خط و کتابت والی گفتگو کے بعد یہ شخص اٹھا اور اخبار پر لکھا۔

I would like to donate 5 Pounds to the beautiful work you are doing.

(آپ لوگ جو اچھا کام کر رہے ہیں اس کے اعتراف میں میں ۵ پونڈ پیش کرتا ہوں)۔ عزیز صاحب نے کہا۔ چلو ہمارا خرچ تو نکل آیا ہال کا کرایہ ۵ پونڈ ہی تھا۔

ایک مرتبہ عزیز صاحب مجھے اولڈ بیلے کی عدالت دکھانے لے گئے ان دنوں وہ کورٹ کے ترجمان کے طور پر کام کیا کرتے تھے۔ اس دن کیس کی سماعت ایک مشہور بدمست جج کر رہے تھے۔ یہ جج اپنی تندیٔ مزاج کے لئے بہت مشہور تھے۔ کیس کے دوران کافی کے لئے وقفہ ہوا تو اچانک عزیز صاحب دوڑ کر جج کے پاس جو ریٹائرنگ روم کی طرف جا رہا تھا پہنچے انہیں سلام کیا اور کہا کہ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ایک کتاب آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ جج کو ان کی جرأت پر کچھ تعجب ہوا جو ان کے چہرہ سے عیاں تھا۔ لیکن کتاب ......اصول کی فلاسفی عزیز صاحب سے قبول کر لی۔ کتاب کے اندرونی صفحہ پر عزیز صاحب نے اپنا نام اور پتہ بھی درج کر دیا تھا۔ جب جج صاحب اندر چلے گئے تو کورٹ کے اہلکاروں نے عزیز صاحب کو ڈرایا دھمکایا کہ کورٹ کے اندر جج کو کتاب یا کوئی چیز نہیں دی جا سکتی۔ اور یہ کہ ممکن ہے جج صاحب بعد میں ان کے خلاف کوئی ایکشن لیں۔ عزیز صاحب نے ان کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ چند دن بعد عزیز صاحب خوش خوش مشن میں تشریف لائے اور مجھے جج صاحب کا ایک خط دکھایا۔ جس میں انہوں نے کتاب کے تحفہ کا شکریہ ادا کیا تھا اور کتاب کی بے حد تعریف کی تھی۔ آخر میں جج صاحب نے عزیز صاحب کو اپنی دیہی رہائش گاہ پر ایک شام چائے کی دعوت بھی دی تھی۔

عزیز صاحب کی یہ عادت تھی کہ اپنے کوٹ کی جیبوں میں سلسلہ کے پمفلٹ اور چھوٹی کتب ہر وقت محفوظ رکھتے تھے اور جونہی دعوت الی اللہ کا موقعہ ملتا۔ یہ احباب کو پیش کرتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ مجھے کہنے لگے کہ میرا بیٹا منیر دین مجھے مذاقاً کہا کرتا ہے کہ آپ اتنا عرصہ انگلستان میں رہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مواقع آپ کو میسر آتے رہے لیکن آپ نے ساری زندگی درویشانہ گذار دی اور جمع کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ فرمانے لگے میں اسے کہا کرتا ہوں کہ میں نے دعاؤں کی صورت میں تم سب کے لئے ایک خزانہ جمع کر رکھا ہے۔ جس سے زندگی بھر تم لوگ فائدہ اٹھاتے رہو گے اور خدا تعالیٰ تم پر کبھی بھی مالی بے سروسامانی کے دن اللہ نے چاہا تو نہیں لائے گا۔

ایک دفعہ زندگی کے بیمہ کی بات چل رہی تھی۔ عزیز صاحب نے فرمایا مجھے زندگی کو انشور کرنے کی کبھی خواہش پیدا نہیں ہوئی کیونکہ میں اس یقین محکم پر قائم ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اولاد کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور انہیں اتنا دے گا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی انشورنس کمپنی اس کا سوچ بھی نہیں سکے گی۔

عزیز صاحب کی ایک خاص صفت ان کی بیت الذکر سے محبت اور ائمہ بیت الذکر سے دلی لگاؤ اور ان کی اطاعت تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو بیت الذکر باقاعدہ نہیں لاتے اور انہیں بیت الذکر سے وابستگی کی تلقین نہیں کرتے وہ اکثر و بیشتر بڑے ہو کر جماعت سے تعلق یا تو توڑ دیتے ہیں یا ان کا تعلق بہت کمزور رہ جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ہم دونوں نے اس بات کا جائزہ لیا تو ہمیں حیرت ہوئی کہ قریباً ۷۰ فیصد ایسے بچے ہماری نظروں میں آئے جن کے والدین بیت الذکر آنے میں کمزوری دکھاتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں ان کے بچے بھی بیت الذکر سے کسی حد تک دور ہو گئے۔ سردی ہو یا گرمی۔ موسم خوشگوار ہو یا ابر آلود اور یخ بستہ۔ عزیز صاحب بیت الذکر سے تعلق میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ آئمہ بیت الذکر سے خاص محبت اور لگاؤ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جو بھی مربی ہو اس کی اطاعت کرنے اور اس سے محبت کرنے میں برکت ہوتی ہے۔

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

آج کے معاشرے میں عورت کا کردار

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کو پیدا ہوتے ہی گاڑ دیا جاتا تھا۔ رسول کریمؐ نے عورت کے مقام کو بہت بلند کر دیا۔ اس کو مردوں کے مساوی حقوق عطا فرمائے۔ بلکہ عورت کے روپ میں ماں کو وہ درجہ دیا کہ اس کے پیروں تلے جنت منسوب کی گئی۔ میں آج اسی ماں اور اسی بیٹی سے مخاطب ہوں کہ ہوتے ہوتے پھر وہی دَور آنے لگا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہیں بیٹی پھر سے زندہ نہ گاڑی جایا کرے۔ آج کے معاشرے نے عورت کو ایک ایسے نازک مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے اس کی ایک ذرا سی لغزش اسے کسی بہت گہرے گڑھے میں لا پھینکے گی۔ اور اس بار عورت کے ساتھ سارا معاشرہ بھی دفن ہو جائے گا۔ میں نے عورت کو اس کا ہر روپ دکھا کر اس سے سوال کرنے ہیں۔ اور پوچھنا ہے کہ معاشرہ میں آج کی اس عورت کا کردار کیا ہونا چاہئے؟ اور اس کا کردار دراصل کیا ہے؟

دردِ زہ دنیا کی سب سے زیادہ شدید اور ناقابل برداشت درد ہے۔ ایک عورت اس کرب سے گذرتی ہے۔ اور اس مقام پر بھی میں کئی ایسی عورتوں کی نشاندہی کر سکتی ہوں۔ جو اس کرب کی حالت میں جنوں کی حد تک پریشان ہو جاتی ہیں کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ بیٹی نہ ہو۔ کیوں؟ کیونکہ اس کے ارد گرد کے ماحول نے جن میں عورتیں زیادہ حصہ دار ہیں اس کو حمل کے اولین دور سے ہی یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوتا ہے۔ کہ اس کی قدر و منزلت لڑکا پیدا ہونے پر بڑھ جائے گی۔ اگر لڑکا پیدا ہو جائے تو واہ واہ کی جاتی ہے۔ مبارک باد دی جاتی ہے۔ اور لڑکی پیدا ہو جائے تو ارد گرد کے لوگ بجھ سے جاتے ہیں۔ زچہ کی دیکھ بھال تک میں فرق آ جاتا ہے۔ فوراً ہی امتیازی سلوک ماں اور بیٹی دونوں سے شروع کر دیا جاتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں۔ اس میں اس عورت کا جو زچہ ہے اور اس عورت کا جو بچہ ہے قصور کیا ہے؟؟ ہم کیوں نہیں سوچتے کہ عورت سے یہ امتیازی سلوک جو زندگی کی ابتداء سے روا رکھا گیا۔ اسے کتنا کمزور بنا دے گا؟ اس کو غذا اچھی نہیں دی جاتی۔ قدم قدم پر اسے لڑکی ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے۔ لڑکوں کے مقابلہ پر کم غذائیت والی غذا دی جاتی ہے۔ ہر طرح کا امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ انڈہ پراٹھہ اور گوشت پہلے بھائیوں کے لئے نکالا جاتا ہے پھر لڑکیوں کے لئے باقی بچی ماندہ خوراک رکھی جاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں تو بیچاری عورت کو تعلیم سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔ بنگلہ دیش کی ایک مثال ہے کہ لڑکی کی پرورش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ پڑوسی کے درخت کو پانی دینا۔

میں پوچھتی ہوں کہ پڑوسی کے گھر درخت ہو تو چھاؤں۔ پھول کی خوشبو یا پھل دار ہونے کی صورت میں پھل آپ کو نہیں پہنچے گا؟ پڑوس کے گھر میں بیٹی ہوگی تو کبھی آپ کی بیوی بہن یا ماں بیمار ہو کر ہسپتال داخل ہو جائے تو شاید وہ بیچاری لڑکی آپ کو اور آپ کے بچوں کو آٹا گوندھ کر روٹی پکا دیگی؟ پھر آپ کیوں رسول کریمؐ کی تعلیم بھولتی ہیں۔ اور بچی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں۔ اس سے امتیازی سلوک روا رکھتی ہیں؟ ہاں آپ یا آپ کی کوئی بہن ضرور ایسا کرتی ہے حالانکہ وہ خود عورت ہے۔ وہ کیوں بھول جاتی ہے کہ وہ بھی اپنے ماں باپ کے گھر اسی طرح پیدا ہوئی تھی؟۔ پھر اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے چاند سی بہو اور بھابھی لانے کی خاطر دوسروں کی لڑکیوں کو پالتوں بکریوں کی طرح نظروں ہی نظروں میں گھر گھر جا کر ٹٹولا جاتا ہے۔ لمبی ہو۔ گوری ہو۔ تعلیم یافتہ ہو۔ آنکھیں موٹی ہوں سمارٹ ہو۔ ماڈرن ہو۔ خانہ داری سے واقف ہو۔ کم عمر ہو۔ بے زبان ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

کیا خدا تعالیٰ اور خدا کے رسولؐ نے یہی حکم دیا ہے۔ یہاں آکر عورت اپنی ہم ذات پر ظلم کرتی ہے۔ وہ بھول جاتی ہے کہ اس کی اپنی بیٹیاں اس معیار پر پوری نہ اترتے ہوئے اپنے بالوں میں چاندی کا اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن بہو کے لئے معیار میں کمی نہیں آنے دیتیں انسان انسان ہی ہے۔ اسے اس کی کمزوریوں سمیت قبول کرنا چاہئے ہر انسان میں کچھ اچھائیاں ہوتی ہیں۔ انہیں اجاگر کرنے کے موقعہ دینا چاہئے۔ زمانہ بہت بڑا استاد ہے جو بہت دیکھ بھال کر بہت مین میخ نکال کر، چھانٹی کر کے رشتہ کرتی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ وہ سب سے زیادہ اور سب سے جلدی نالاں بھی ہو جاتی ہیں۔

جہیز کا طعنہ۔ سفید بالوں کا طعنہ۔ چھوٹے قد کا طعنہ۔ موٹے یا دبلے جسم کا طعنہ۔ ایسے چلتی ہے۔ نخرے سے بولتی ہے 'بڑی گھنی ہے۔ یہ سب طعنے میری پیاری بہنو! آپ اپنے آپ کو دیتی ہیں۔ آپ کا بیٹا یا آپ کا بھائی بھی انسان ہے' اسے سمیٹ سمیٹ کر پالا تھا۔ تو اب طنز کر کے اسے اندر سے توڑ دینا چاہتی ہیں۔ اس عورت نے آپ کے خاندان کو جنم دینا ہے' تربیت کرنی ہے۔ اسے مجبور مجبور کر دیں گی تو شکستہ خاندان پیدا ہو گا۔ رنجور بچے پیدا ہوں گے کمزور نسل پروان چڑھے گی۔ یہ ایک بچی جو آپ کے گھر پیدا ہوئی ہے' یہ ایک نسل ہے۔ اسے ذہنی اور جسمانی کمزوری سے بچائیں۔ کیا آپ نے لڑکوں کی لڑکوں سے شادی کرنی ہے۔ نہیں انہیں لڑکیوں سے کرنی ہے۔ پھر اپنے آپ کا ایک حصہ کیوں کمزور اور برباد کرتی ہیں۔ اس پھول نے ہی پھر پھل بننا ہے۔ اس کو زمانے کے سرد و گرم سے بچا کر پالیں۔ اسے احساس برتری دیکر جوان کریں۔ اسے قیمتی چیز کی طرح اپنے گھر لے کر جائیں۔ اسے شکستہ ہونے سے بچائیں۔ میری پیاری بہنو۔ اسے بتائیں کہ آج ہواؤں میں کانٹے ہیں۔ پہلے تو کانٹے دار جھاڑی سے بچ کر چلنے میں عافیت تھی۔ آج فضاء میں ہر طرف کانٹوں کی بوچھاڑ ہے دامن تار تار ہو جائے گا۔ تو آپ کا بھی نقصان ہو گا آج کل گناہ کا ایک سیلاب امڈ آیا ہے۔ جن لڑکوں کو جنم دیکر مائیں خوش تھیں اور فخر سے چھاتی پھلا کر پھرتی تھیں آج گھر گھر نشے کی دیمک کے ہاتھوں وہ اپنے لخت جگر کو کھو بیٹھی ہیں۔ منہ سے نہ کہیں دل میں کہتی ہیں۔ میرے بیٹے کے ارد گرد سانپ ہیں۔ شام کو بچہ گھر آئے تو کن انکھیوں سے اسے دیکھتی ہیں۔ ٹھیک تو ہے؟؟ یہ سب اس لئے ہوا کہ عورت کو ہمارے معاشرہ نے پیدائش کے دن سے ہی کمزور سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ نظر انداز کیے گئے گڑھے میں جب انسان خود گرتا ہے تو اس کی حالت ایسی ہی مضحکہ خیز ہو جاتی ہے جیسی آج کی ماؤں کی ہے۔ جیسی آج کی ساس کی ہے۔ جیسی آج کی بہو کی ہے۔ وہ ساس بن کر بہو کو نیچا دکھانا چاہتی ہے۔ اپنی فتح منوانا چاہتی ہے۔ یہ نہیں سوچتی کہ نقصان اس کی اپنی نسل کا ہی ہو گا' اپنا بیٹا ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اپنے پوتے خراب ہوں گے۔ جو بہو دن بھر جلے گی رات بھر کُڑھے گی۔ وہ تمہاری اولاد کی خدمت اور پرورش کس طرح اچھے دل سے کرے گی۔ اسے پاگل کر کے اس سے کس طرح توقع رکھتی ہو کہ وہ تمہیں ایک اچھا خاندان دیگی۔؟؟ جن بچوں کو پروان چڑھا رہی ہے ان کو وہ اپنا رازدان نہ بھی بنائے تو ایک دن وہ بچے یہ جان جائیں گے کہ ان کی ماں کو کیا آزار ہے؟؟؟

اور پھر میری مخاطب بہو ہے۔ بہو تم نے کل کی ساس بننا ہے اگر آج تم بوڑھی سوچوں پر کچوکے لگاؤ گی۔ 'ساس کو خون کے آنسو رلاؤ گی۔ اس کا ادب اس کا احساس نہیں کرو گی۔ تو یاد رکھو کہ زمانہ ایک خالی کمرہ کی طرح ہے۔ آج کی آواز چند سالوں بعد لوٹ کر تمہارے پاس آئے گی۔ اور تم تک آتے آتے کئی گنا تیز ہو جائے گی۔ ڈراؤنی ہو جائے گی۔ یاد رکھو۔ آج اگر تم اچھی بہو نہیں ہو تو کل کبھی بھی اچھی ساس نہ بنو گی۔ زمانہ سود خور ہے۔ ہر چیز اضافے کے ساتھ تم تک واپس پہنچائے گا۔ بات صرف سمجھنے کی ہے۔ اپنی اچھی خوبیاں زمانے کو دیدو۔ سود کے ساتھ تمہاری اولاد کو واپس ملیں گی۔ برائی دو گی برائی ملے گی۔

پھر میری مخاطب بیوی ہے:

بیوی یا دلہن، پہلے دن کی دلہن دو خاندانوں (یعنی میکے اور سسرال) کے درمیان خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی۔ ایک پُل کا کام دیتی ہے ایک سفیر ہے۔ پل ٹوٹ جاتے ہیں تو رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔ پل مضبوط ہو تو اس سے فائدہ اٹھا کر میل جول اور رابطے بڑھ جاتے ہیں۔ سفیر اچھا ہو تو تعلقات پختہ ہو جاتے ہیں اور سود مند ہو جاتے ہیں۔ آپ کون سا پل بننا پسند کریں گی۔ مضبوط۔ خوبصورت اور اٹل۔ یا کمزور۔ بدصورت اور ہل جل والا جس پر پیر رکھتے ہی روح کانپنے لگے۔؟؟ جی ہاں یہ آپ کے ہاتھ میں ہے تھوڑا بہت۔ کیونکہ رشتہ قائم ہوتے تک پل تعمیر تو ہو جاتا ہے۔ خواہ رسیوں کا ہی ہو اور یہ پل وہ ہے جسے آپ کا کردار وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط یا کمزور بنانے پر قادر ہے۔ جس طرح ایک اچھا سپاہی چوک پر ٹریفک کو کنٹرول کرتا ہے۔ وہی آپ کو کرنا ہے۔ شروع شروع میں ٹریفک کا سپاہی دیکھ کر بے روک ٹوک گزرنے والوں کا ماتھا ٹھنکے گا۔ وہ چوں میاؤں کریں گے۔ لیکن آپ اگر ہارن کی آواز، ہجوم اور جھگمٹے کو دیکھ کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیں یا لائٹوں کی چکا چوند سے گھبرا کر آنکھیں بند کریں گی تو۔ ایکسیڈنٹ لازمی ہے۔ جس میں آپ کی اپنی ذات کو چوٹ لگنا ایک اٹل امر ہے۔ یہ ڈیوٹی خدا نے آپ کو سونپی ہے اور پھر انسانوں نے آپ پر بھروسہ کر کے آپ کو ایک چوراہے یا ایک پل پر کھڑا کیا ہے تو شروع میں گھبراہٹ تو ایک لازمی امر ہے۔ لیکن اگر آپ تھوڑا سا انتظامی شعور رکھتی ہیں۔ تھوڑی سی بہادر ہیں۔ تھوڑی سی صابر ہیں عقلمند ہیں تو سب لوگ آپ کے اشاروں پر چلیں گے۔ اپنی اپنی گاڑی ہر ایک کو بچا کر لے جانا ہے۔ بے ربطی میں۔ بدنظمی میں سب کو نقصان ہوتا ہے۔ ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے۔ اگر کوئی رشتہ بن کر ٹوٹتا ہے۔ تو نقصان سب کو ہوتا ہے۔ ایک کھڑکی یا دروازہ بے موسم بند کرنا یا کھولنا پڑ جائے تو نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ رشتہ تو پھر رشتہ ہے۔ ایک بچہ آپ کے پاس دھاگہ لائے کہ گرہ لگا دیں۔ آپ لگائیں اور بچہ ذرا سا زور لگا کر گرہ کھول دے تو آپ خجل ہو جاتی ہیں۔ تو یہ بندھن۔ میاں بیوی کا بندھن جسے آپ نے خدا کے کہنے سے باندھا ہے۔ جس پر آپ نے ماں باپ کی جدائی برداشت کی اسے کیونکر ٹوٹ جانے دیتی ہیں؟؟ آپ کے پاس خدا کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتھ ساتھ اب تو ناخدا کا سہارا بھی ہے۔ پھر کیوں بے صبری دکھاتی ہیں اپنے پاؤں مضبوط رکھیں۔ اپنا کردار مضبوط رکھیں۔ تنہا عورت دنیا میں اس طرح ہوتی ہے۔ جیسے کسی نے تختہ پر باندھ کر طوفان میں دھکیل دیا ہو۔ اور پھر کہا ہو۔ کہ دیکھو پانی کی چھینٹ نہ پڑے اپنا دامن بچائے رکھنا اور جب آپ کی شادی ہو جاتی ہے تو گویا طوفان میں آپ کو کشتی مل جاتی ہے بمعہ ملاح کے اور چپوؤں کے اور شرط پھر بھی یہی ہے کہ دامن بچائے رکھنا دامن تر نہ ہو۔ پھر بتائیں۔ آپ کس طرح اپنے آپ کو مظلوم ثابت کر سکتی ہیں۔ اگر بیٹی کے روپ میں آپ کا دامن تر نہ تھا تو اب تو آپ مضبوط سہاروں کے درمیان ہوتی ہیں خدا کے احکام پورے کرنے والی ہوتی ہیں۔ پھر کیوں گھبراتی ہیں۔ تحفظ آپ کو ملا! مقام آپ کو ملا! عزت آپ کو ملی!!! رشتہ آپ کو دیا گیا!!! بہو کا! بیوی کا! یعنی آپ کے اعزاز میں اضافہ ہوا۔ پھر کمزوری کیوں دکھاتی ہیں۔

اگر آپ اپنا یہ مقام کھوتی ہیں۔ پھر کشتی سے تختہ پر آنا چاہتی ہیں یا آتی ہیں تو میری بہن کہیں نہ کہیں آپ کا بھی قصور ہو گا۔ سوچیں؟

اب ایک اور بات آپ کو یعنی نو بیاہتا دلہن کو اور کہنی ہے یہ بات ایسی ہے جس پر عمل پیرا نہ ہو کر میں نے بہت سے گھرانوں میں لڑائی کی بنیاد پڑتے دیکھی ہے۔ اور گھر اجڑتے دیکھے ہیں دل میں ہر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن اپنے گھر میں اسے انا کا مسئلہ بنا لیا جاتا ہے۔ اور بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ بات یہ ہے۔ پہلے میں آپ کو مثال دیتی ہوں۔ ویسے بات سمجھنی مشکل ہے۔ مثلاً ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ جلسہ میں آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ فلاں بنت فلاں کو ہم سٹیج پر بلاتے ہیں اور مہمان خصوصی بناتے ہیں۔ یہاں آکر رونق افروز ہوں۔ پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔ فرض کریں جلسہ تین دن تک کا ہے۔ آپ کا فرض ہے نا کہ آپ وہاں بیٹھیں رونق افروز رہیں۔ اپنے مقام کو پہچانیں۔ آداب محفل کا خیال رکھیں۔ اور اگر آپ ہر ۱۰۔ ۱۰ منٹ کے بعد وہاں سے اٹھ کر چلی جائیں کہ دیکھ کر آؤں کہ جو لوگ میرے ساتھ بیٹھے تھے وہ کیا کر رہے ہیں۔ تو بتایئے یہ عمل آپ کا پسندیدہ خیال کیا جائے گا؟ نہیں۔ پھر آپ میری بات شاید سمجھ سکیں۔ جب شادی ہوتی ہے تو لڑکی کے ساتھ یہی عمل ہوتا ہے۔ وہ سٹیج کی مہمان خصوصی ہوتی ہے۔ ہر شخص کی نظر اس پر ہوتی ہے۔ یہ سٹیج کی رونق آپ کو تمام عمر کے لئے بخشی گئی ہے۔ آپ کم از کم متانت کے ساتھ اس پر کچھ دن کچھ ماہ کچھ سال تو براجمان رہیں جہاں سے آپ اٹھ کر آئی ہیں یا آپ کو لایا گیا ہے یعنی آپ کا میکہ اسے کچھ دن کے لئے بھول جائیں۔ ہر روز صبح و شام، ہفتہ دس دن بعد کسی نہ کسی بہانے میاں کو، ساس کو مجبور کرنا کہ یہ بہانہ ہے اس لئے میکہ جانا چاہتی ہوں، آج یہ بہانہ ہے میں میکہ جانا چاہتی ہوں۔ جانے کی اجازت نہ ملے تو روٹھ جانا۔ یہ اچھی بات ہے کیا؟؟ آپ چند روز ٹھہر کر اپنی جگہ بنائیں اپنا آپ منوائیں۔ یہ لوگ ظالم نہیں ہوتے کہ آپ کی جائز ضرورت پر بھی میکے نہ جانے دیں۔ لیکن اگر آپ نے بلا ضرورت جا جا کر ان کو زچ کر دیا ہے تو ہو سکتا ہے وہ آپ کو ضرورت پر بھی نہ جانے دیں۔ کچھ ان کے ہاں کے رسم و رواج اپنائیں آہستہ آہستہ وہ مجبور ہو جائیں گے کہ آپ کے رسم و رواج پر بھی عمل پیرا ہو سکیں۔

اسی طرح پہلا چھلہ ماں باپ کے ہاں کرنے کی ضد کرنا۔ ادھر ادھر والوں کا چھلہ سے واپس آتے ہوئے دیکھنا کہ ماں باپ نے کیا کچھ دیا ہے۔ بچے کو کیا کپڑے دیئے ہیں۔ دیکھئے اگر ماں باپ نے زچگی کا خرچ اٹھایا ہے۔ تو بچے کی ضرورت کی اشیاء دادی جان لے جائیں لوٹ کر واپس آپ کے گھر ہی آنی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہندوؤں کے زمانے کے اپنائے ہوئے رسم و رواج کو جڑ بنا کر گھر میں لڑائی ڈال لی جائے۔

برصغیر ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں بستی ہیں تقسیم تو اب ہوئی ہے۔ ہندوؤں میں لڑکی کو وراثت میں کوئی چیز نہیں دی جاتی تھی اس لئے ان میں دان دہیج کا رجحان تھا۔ انہوں نے بیٹی کو جو کچھ دینا ہوتا تھا۔ جہیز کی صورت میں ایک بار دیتے تھے۔ پھر جب بیٹی کے ہاں بچہ ہوا۔ اسے اپنے گھر لاتے اور جاتے ہوئے بہانے سے کچھ دیدیا۔ یہاں ہندوؤں سے یہ رواج مسلمانوں نے لے لیا ہے اور اس میں بڑھتے بڑھتے ایک ایسے شکنجے میں کسے گئے ہیں کہ سارا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آگیا ہے۔ یہ ایک لعنت بن کر گلے کا ہار ہو گیا ہے کتنے گھرانے جہیز اور کم جہیز کے طعنوں کی زد میں آکر برباد ہو گئے ہیں۔ ہندوؤں سے یہ لعنت لے لی ہے۔ کل کو قشقہ لگانا اور بتوں کی پوجا کرنا بھی شروع کرنے کا ارادہ ہے؟؟ یہ تو رسم و رواج کا پابند ہونا نہیں بلکہ اپنا ایمان کمزور کرنے والی بات ہے کل کو نکاح کی جگہ پھیرے لگا کر سسرال جانے کی ضد کرنے لگو گی تو کیا ماں باپ مان لیں گے؟ نہیں۔ آپ یہ ہندوؤں والی بات کیوں اپناتی ہیں کل کو آپ کو لوگ بشریٰ کی جگہ رادھا کہنے لگیں تو یہ بات مان لیں گی؟؟ نہیں۔ پھر۔ حل یہ ہے کہ اول تو لڑکیاں ضد نہ کریں بہت اچھے بہت اونچے جہیز کی۔ جوان کے ماں باپ، بھائیوں کی جیب کاٹ کر بنے۔ اور جو کچھ لڑکی کے ماں باپ دیتے ہیں وہ اپنی بساط کے مطابق ٹھیک دیتے ہیں۔ میں نہیں مانتی کہ نہیں دیتے اسے سسرال والوں کو قبول کرنا چاہئے۔ ایک تحفہ سمجھ کر پڑوسن آپ کو کڑھی بھیجے تو تحفہ سمجھ کو قبول کرتی ہیں۔ اس کی ممنون ہوتی ہیں۔ خدا نے بہو کا تحفہ بھیجا۔ ماں باپ نے جہیز سے سجا کر دیا۔ آپ نام رکھتی ہیں۔ ہے نا بری بات۔ دل میں آپ مانتی ہیں کہ بری بات ہے۔ لیکن ہر روز اپنے گھروں میں یہی بری بات روا رکھتی ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے آپ نے خدا کی بات نہ مان کر روزہ نہ رکھا ہو۔ اور کہیں میں روزے سے ہوں۔ نماز نہ پڑھی ہو اور کہیں میں نے پڑھی ہے۔ آپ دل سے جہیز کی لعنت سے نالاں ہوں اور کہیں جہیز اچھا نہیں آیا۔ یہاں آپ اپنے کردار کی نفی کر رہی ہوتی ہیں۔ آج لوگ دل میں یا پیٹھ پیچھے برا کہیں گے۔ کل کو منہ پر کہیں گے۔ کل کی شرمندگی سے بچنے کے لئے آج اپنا آپ مضبوط کریں۔ مضبوط چیز اچھی ہوتی ہے۔ ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ ہوتی ہے۔ آپ کیوں نہیں سوچتیں کہ آپ جوتا مضبوط خریدنا چاہتی ہیں، کپڑا مضبوط خریدنا چاہتی ہیں، برتن مضبوط خریدنا چاہتی ہیں اور اپنا آپ مضبوط نہیں رکھنا چاہتیں۔ کمزوری دکھاتی ہیں کردار کی؟ ایمان کی؟ عمل کی؟ اتنی سی بات پر روتی چیختی چلاتی اور واویلا کرتی ہیں کہ جہیز کم آیا ہے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ اس جوتی کی طرح ہوں جو گھر آتے ہی ٹوٹ جائے اور جسے پلنگ کے نیچے ڈال کر بھول جایا جائے یا اس کانچ کے برتن کی طرح جو پانی ڈالنے سے چیخ جائے اور پھینک دیا جائے یا اس کپڑے کی طرح جس کا سلائی سے پہلے بھگونے پر ہی رنگ اتر جائے اور اس پر کف افسوس مل کر اسے کسی صندوق میں ڈال دیا جائے۔ اگر آپ ایسی چیزوں کی طرح بننا چاہتی ہیں غیر محفوظ اور جلد رنگ کھو دینے والا۔ ناقص برتن کیطرح کا۔ تو پھر سوچ لیں معاشرہ میں آپ کا مقام کیا ہو گا؟ آپ نظر انداز کر دی جائیں گی۔ لوگ آپ سے کترا کر نکل جائیں گے، آپ سے پیچھا چھڑانے لگیں گے۔

للہ سوچئے! خدا نے آپ کو کیا بنایا تھا، گھر والے آپ کو کتنا اونچا، کتنا بلند خیال، کتنا بلند کردار دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور آپ اپنے عمل سے کیا بننا چاہتی ہیں؟ معاشرہ آپ کی تقرری ہیڈ مسٹریس کی جگہ کرنا چاہتا ہے، آپ کہتی ہیں اپنے طرز عمل سے کہ نہیں میں تو مددگار کارکنہ بننا چاہتی ہوں۔

خدا نے آپ کو جنت کا امین بنایا یعنی اپنے بچوں کی نیک تربیت کرنے پر انہیں جنت کا حقدار بنایا۔ لیکن آپ اپنے عمل سے ان کا یہ حق چھینتی ہیں۔ خیانت کی مرتکب ہوتی ہیں۔ بلکہ اپنی جنت، اپنا مقام بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ کیوں؟؟ اپنا مقام کیوں بھولتی ہیں؟ اونچائی سے نیچے گرنے کی سعی کیوں کرتی ہیں؟ کیا آپ کو اپنا آپ پیارا نہیں؟ کیا آپ کو اپنی اولاد عزیز نہیں؟ آپ روز محشر شرمندہ کیوں ہونا چاہتی ہیں؟ بلکہ روز محشر تو دور ہے معاشرہ تو یہیں اس دنیا میں آپ سے حساب کتاب لے گا۔ شکست کو اپنا مقدر کیوں بنانا چاہتی ہیں؟ یہ میں نہیں کہہ رہی آپ اپنے طرز عمل سے ثابت کر رہی ہیں کہ آپ وہ نہیں رہیں جو خدا نے آپ کو بنایا تھا۔ وہ نہیں رہیں جو معاشرہ آپ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ کی ذرا سی سستی کوتاہی آپ کے بچوں سے بھی معاشرہ میں ان کا مقام چھین لے گا۔ اپنا، اپنے بزرگوں کا، اپنے چھوٹوں کا مقام پہچانئے۔ آپ کسی چھت کا درمیانی ستون ہیں آپ کے ایک طرف بزرگ ہیں دوسری طرف ننھی پود۔ آپ مضبوط ہوں گی تو آپ کے بزرگوں کے اعصاب شکست سے محفوظ رہیں گے۔ وہ سفر آخرت کی تیاری مطمئن دل کے ساتھ کر سکیں گے ان کی زندگی میں لفظ "کاش" مٹ جائے گا۔ اور آپ کی آنے والی پود کو ایک محفوظ کردار اپنے حصار میں لے لیگا۔ وہ ہر بلا سے محفوظ رہ کر پروان چڑھیں گے۔ اور جب آپ کے دائیں بائیں والے ستون محفوظ ہوں۔ گے تو آپ کے کندھے تھکاوٹ سے بچے رہیں گے۔

وعدہ کیجئے۔ وعدہ میری بہنیں کریں کہ اچھی بہو اچھی بیٹی، اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہوں گی۔

وعدہ میری بزرگ کریں کہ اچھی ماں، اچھی ساس ثابت ہوں گی۔ اور ایک وعدہ میں نے اپنے بھائیوں۔ اپنے بیٹوں اور اپنے بزرگوں سے لینا ہے۔ کہ وہ مرد ہیں۔ مرد ہر لحاظ سے مضبوط ہے۔ اگر وہ کمزوری دکھاتا ہے پھر تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ اس کی کمزوری پوچھیں گی۔ تو اس کی کمزوری میں صرف یہ سمجھتی ہوں کہ وہ بات بات پر عورت سے مقابلہ کے لئے اور اسے نیچا دکھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اس کی فتح تو مانی ہوئی ہے۔ خدا نے عورت کے لئے اسے ناخدا بنا کر پیش کیا ہے پھر وہ اپنے ماتحت کو ماتحت ثابت کر کے کیا منوانا چاہتا ہے؟ افسر افسر ہے اسے یہ ڈر کیوں ہو کہ ماتحت اس کی کرسی چھین لے گا۔ پھر وہ عورت سے کس بات پر لڑتا ہے کبھی بھائی کے روپ میں کبھی بیٹے کے روپ میں کبھی خاوند کے روپ میں۔ کبھی سسر کے روپ میں۔ سوچ لیجئے۔ جب لڑائی ہوتی ہے تو دونوں برابر آ جاتے ہیں۔ برابر آکر لڑتے ہیں۔ خدا نے آپ کو کرسی دی ہے۔ اونچا مقام دیا ہے۔ وہاں سے بات بات پر نیچے اتر کر لڑ جھگڑ کر اپنا آپ منوانا۔ چھی چھی کتنی بری بات ہے۔ ایسے افسر کی کیا قدر اپنے ماتحتوں کے درمیان رہ جاتی ہے جو اپنا کمرہ کرسی

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر بشیر احمد ایم۔ڈی۔ امریکہ

چیچنیا پر روسی فوج کشی

۱۹۹۱ء میں خاکسار نے موسم سرما میں سائیبریا کی برفانی منظر کشی سے محظوظ ہونے کے لئے ٹرانس سائیبرین ریلوے سے سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ خاکسار ماسکو سے ہوائی جہاز سے روس کے مشرق بعید کے ایک بڑے شہر خیارسک میں گیا۔ یہ شہر مانچوریا اور روس کی سرحد پر ہے۔ جاپان کا سمندر بھی قریب ہی ہے۔ اور ولیڈی واسٹک کے شہر سے (جہاں سے ریل گاڑی شروع ہوتی ہے) دوسرا بڑا شہر ہے۔ ریل گاڑی کا کمرہ بڑا آرام دہ تھا۔ اور سونے کے لئے بھی اچھی جگہ میسر تھی۔ سائیبریا سے گزرتے ہوئے برف کے تودوں کے انبار، گھنے جنگلات۔ گاؤں اور شہروں کی برف سے ڈھکی ہوئی بستیاں بڑا ہی دلفریب منظر پیش کر رہی تھیں۔ کھانے کے کوچ میں ایک روسی نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے گورنمنٹ سے مسافروں کو کھانا کھلانے کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ وہ اچھا تاجر تھا۔ ایک دن باتوں باتوں کہنے لگا کہ میں کاکسس ہوں۔ اور مسلمان ہوں کہنے لگا کہ اس کے دادا نے حج کیا تھا۔

میں یہ سن کر خوش ہو گیا۔ کہ روس میں کیمونزم کے نفاذ اور مذاہب کو کچلنے کا جامع پروگرام بنانے اور اس کو بروئے کار لانے کے باوجود۔ وہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام سے لگاؤ اور محبت کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

کاکسس کا علاقہ کسی حد تک خودمختار ہے۔ یہاں بھی افغانستان کی طرح مختلف قبائل ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔
'CHERKESS 'KARACHAIANS OSSETIANS BALKARS KABRDINIANS 'CHECHENS
اس علاقہ میں ۸۰ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ زارانِ روس نے تین سو سال تک اس علاقہ پر قبضہ جمانے کے لئے کوشش کی۔ بالآخر انہیں کیتھرین دوئم کے عہد حکومت میں ۱۸۶۰ء میں کامیابی نصیب ہوئی۔ کاکسس کے مسلمانوں نے روس کے خلاف آزادی کے لئے اپنی جدوجہد کو برقرار رکھا۔ ایک مسلمان لیڈر جس کا نام امام شمیل تھا۔ اور وہ روس کے خلاف کاکسس کی جنگ آزادی کا سرغنہ تھا۔ روسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔

۱۹۱۷ء میں روس کے کیمونسٹ انقلاب کے دوران کاکسس کے نوجوانوں نے زار روس کی افوج کے خلاف انقلابی فوجوں کی مدد کی۔ (کاکسس زارانِ روس کے مسلمانوں پر کئے ہوئے مظالم کو بھولے نہیں تھے) سٹالن نے مسلمانوں کو کیمونسٹوں کی حمایت کرنے کے صلے میں خودمختاری دے دی۔

دوسری جنگ عظم کے بعد سٹالن نے BALKARS CHECHENS INGUSH اور OSSETIANS کو سائبیریا میں ملک بدر کر دیا۔ محض اس بناء پر کہ انہوں نے دوسری جنگ عظیم میں نازی جرمنی کا ساتھ دیا تھا۔

روس کی حالیہ چیچنیا پر فوج کشی جو ۴۰ ہزار فوجیوں، ٹینکوں میزائل اور بمباری پر مشتمل ہے شاید بالآخر روس کے لئے سودمند ثابت نہ ہو۔ اس بات کا امکان ہے کہ کاکسس کے مسلمان اپنے اندورونی اختلافات بھلا کر روس کے خلاف گوریلا جنگ کا آغاز کریں۔ جیسا کہ افغانستان میں ہوا۔

کاکسس کا لیڈر کون ہے

کاکسس کے لیڈر کا نام DZHORHR M. DUDAYV ہے جو روس کی ہوائی فوج کا کمانڈر اور میجر جنرل تھا۔ اس نے اپنے ایک ٹیلی ویژن کے بیان میں کہا ہے کہ روس ہم پر جنگ تھوپ رہا ہے۔ میں اپنے عوام سے کہتا ہوں کہ وہ روس کے خلاف صف آرائی کریں اور ان کو چیچنیا کے علاقہ سے بھاگ جانے پر مجبور کریں۔ اس لیڈر کی زندگی کا خاکہ حسب ذیل ہے۔ یہ لیڈر ۳۶ سال کی عمر میں Strategic BomberWing کا کمانڈر اور جنرل بن گیا۔ اس کا خاندان سٹالن کے حکم کے مطابق ۱۹۴۴ء میں تاجکستان میں ملک بدر کیا گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ان کے اندازہ کے مطابق ۸۰۰،۰۰۰ مسلمانوں کو سٹالن کے حکم کی تعمیل میں بند ریل گاڑیوں میں لاد کر سائبیریا اور تاجکستان میں بھیجا گیا۔ جن میں سے ۲۴۰،۰۰۰ راستہ ہی میں راہی ملک عدم ہوئے۔ تاجکستان کے ایک اعلیٰ روسی فوجی سکول سے پاس ہونے کے بعد اس نے TAMBOV کے اعلیٰ فضائی انجینئرنگ سکول سے Graduation کی اور ۱۹۷۴ء میں YURI GAGRIN ایئر فورس اکیڈیمی سے فارغ التحصیل ہوا۔ اور اسٹونیا کے TARTU میں واقع فضائی اڈے کا کمانڈر جنرل بنایا گیا۔ جہاں اس نے ۱۹۸۷ء ۱۹۹۰ء تک کمانڈ سنبھالے رکھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ نومبر ۱۹۹۱ء میں چیچنیا کی ریپبلک کا پریذیڈنٹ منتخب ہوا۔ روس نے کئی بار اس کے مخالفوں سے مل کر اس کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے۔ مگر اس میں وہ ناکام رہے۔ وہ اب پچاس سال کا جوان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ پختہ اور مخلص مسلمان ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ ہم روس کے خلاف اپنے آباء کے آزمائے ہوئے حربے بروئے کار لائیں گے۔ وہ یہ کہ روسیوں پہ "وار کرو اور پہاڑوں میں بھاگو" پریذیڈنٹ DUDAYEV کے دفتر میں ۱۸ویں صدی کے چیچنیا کے ایک مشہور مجاہد کی تصویر آویزاں ہے جس کا نام شیخ منصور تھا۔ اور اس نے روس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔

پریذیڈنٹ یلسن کا مشیر خاص Leonidiv Smirnyagin کہتا ہے کہ Dudayev اپنے آپ کو امام شمیل متصور کرتا ہے۔

شمس الدین یوسف جو چیچنیا کا وزیر خارجہ ہے کہتا ہے کہ ہماری آبادی ایک ملین ہے۔ روسی ان تمام چیچنیوں کو تہ تیغ نہیں کر سکتے۔

روس کا چیچنیا کے خلاف یہ پروپیگنڈہ ہے۔ کہ چیچنیا کے عوام جرائم پیشہ ہیں اور یہ کہ روسی مافیا (جرائم پیشہ گروہ) میں چیچنیا کے باشندے ملوث ہیں۔ اور یہ کہ وہ بنیاد پرست مسلمان ہیں اور دہشت گرد بھی۔ اور ان کے جھنڈے پر چاند اور کلاشنکوف گن کندہ ہے۔

روس کے چیچنیا پر حملہ آور ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔ اول چیچنیا میں تیل اور معدنیات کے بے حد وحساب ذخائر ہیں۔ دوئم روس کو یہ ڈر ہے کہ اگر چیچنیا آزاد ہو گیا تو روس کے باقی خطے مثلاً جارجیہ، آرمینہ اور آذربائیجان خود مختاری کے لئے جدوجہد شروع کر دیں گے۔

سوئم۔ چیچنیا میں تیل صاف کرنے کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ سالانہ کوئی ۱۲ ملین ٹن کروڈ آئل صاف کیا جاتا ہے۔ اور یہاں سے بڑی بڑی پائپ لائنیں بھی گزرتی ہیں۔ روس میں جمہوریت کے عمائدین کی اکثریت روس کی چیچنیا پر فوجی جارحیت کے خلاف ہے۔ بعض مشہور جنرل Gen Aleksandr Lebed اور جنرل Gen Boris Gromov جو ڈپٹی ڈیفنس منسٹر ہے نے کھلے بندوں کہا ہے کہ چیچنیا پر فوجی حملے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔

یلسن کے سابقہ وزیر اعظم Yegor Gaidar اور روسی پارلیمنٹ کے لیڈر GRIGORY AYAVLINSKY نے اس جارحیت کی پرزور مذمت کی ہے۔

Oleg Kalugin جو کہ Kgb (روس کی جاسوسی کا محکمہ) کا سابق جنرل تھا نے کہا ہے کہ یلسن نے پہلے ایک لبریشن فورس کا ڈھونگ رچا کر ملٹری کے ذریعہ سے چیچنیا پر حملہ کروایا۔ جو ناکام رہا۔ یہی وہ طریق کار ہے جو کیمونسٹوں نے افریقہ اور ایشیا میں استعمال کیا۔ ماسکو کے حکمرانوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ روس کی فوج ہی لبریشن فرنٹ کی آڑ میں چیچنیا پر حملہ آور ہوئی تھی۔

پشکن سکوئیر میں ایک بڑے ہجوم نے روس کی چیچنیا پر فوجی حملہ کے خلاف بڑا احتجاجی جلوس نکالا۔

روس کے فوجی حملہ کا پس منظر

بورس یلسن کا چیچنیا پر فوجی حملہ سے زیر نگین کرنے کا منصوبہ اس کے لئے پریشانی کا اور ذلت کا موجب بن گیا ہے۔ اس کے پس منظر روسی فوج کی میدان حرب میں ناکامی ہے۔ Grozny پر تین اطراف سے روسی فوجیں حملہ کر رہی ہیں۔ ایک فوج کے میجر جنرل نے اور اس کے ماتحت فوجیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ شہریوں پر حملہ کر کے خون بہانا نہیں چاہتے۔ دراصل روسی فوج کی گھٹیا درجہ کی کارکردگی کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔ اول فوجیوں کی ٹریننگ کی کمی۔ دوم خستہ سپلائی لائن اور سوئم فوج کی اکثریت چیچنیا پر حملہ کے خلاف ہے۔ روسی فوج کی تعداد اڑھائی ملین ہے۔ اور چیچنیا کی کل آبادی کوئی ایک ملین کے لگ بھگ ہے۔ اور لڑنے والے مجاہدین کی تعداد صرف چند ہزار ہے۔ ڈیفنس منسٹر PAVEL CRACHEV نے ۲۷ نومبر کو یہ ڈینگ ماری کہ روس صرف اپنی پیراشوٹ رجمنٹ سے صرف دو گھنٹوں میں چیچنیا کے مجاہدین کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے پچھلی گرمیوں میں روسی درپردہ فوج کو چیچنیا کے خلاف حرکت میں لائے۔ جب وہ کامیاب نہ ہوئے تو چودہ ہزار فوجیوں کی مزید کمک بھیجی اور اب چالیس ہزار فوجی حملہ آور ہوئے ہیں دھند۔ برف باری اور سرما کے چھوٹے دنوں میں ہوائی حملے زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ Grozny کو فتح کرنے کے لئے شہریوں اور فوجیوں کا خون بہے گا۔ اور علاوہ ازیں روسی گوریلا جنگ کا بھی شکار بنیں گے۔

پتہ درکار ہے

○ مندرجہ موصی صاحبان کے موجودہ ایڈریس درکار ہیں۔ اگر موصی خود اعلان پڑھیں یا کسی اور دوست کو ان کے موجودہ ایڈریس کا علم ہو تو دفتر کو اطلاع دیں۔ یہ سب وصیتیں تقسیم ملک سے قبل کی ہیں۔

۱۔ مکرمہ برکت بی بی صاحبہ وصیت نمبر ۱۵۰۸ زوجہ مکرم عبدالواحد صاحب ساکن امرتسر۔

۲۔ مکرمہ خدیجہ صاحبہ وصیت نمبر ۱۳۵۸ زوجہ مکرم عبدالرب صاحب قوم کشمیری سابقہ پتہ ساکن قادیان۔

۳۔ مکرمہ مبارک بانو صاحبہ وصیت نمبر ۳۹۸۱

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ صفحہ ۳

ایک خاص وصف عزیز صاحب میں خاندان حضرت بانی سلسلہ سے عشق و محبت کا تعلق تھا۔ خاندان کے ہر فرد کا احترام اور ان سے عقید تمندانہ سلوک ان کی زندگی میں بہت نمایاں تھا۔ خاندان کے اکثر صاحبان جب لندن تشریف لاتے۔ ان میں سے اکثر عزیز صاحب کے ہاں ہی مقیم ہوتے تھے۔ اور عزیز صاحب ان کی خدمت اور مہمان نوازی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ جب ۱۹۶۱ء میں انگلستان تشریف لائیں تو عزیز صاحب نے بڑے اصرار سے بلکہ کسی حد تک منت سماجت کر کے بھی ان کی مہمان نوازی اور ان کو اپنے گھر پر ٹھہرانے کی درخواست کی۔ حضرت بیگم صاحبہ کے ساتھ ان کی ایک صاحبزادی بھی تھیں عزیز صاحب انہیں اپنے گھر لے گئے۔ غالباً تین ماہ تک اپنے گھر رکھا۔ اور اس بات پر ہمیشہ بہت فخر کرتے رہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دختر نیک اختر نے ان کے گھر کو برکت بخشی ہے۔

قائد اعظم کی بیت الفضل لندن میں آمد

عزیز صاحب کو یہ بھی خاص اعزاز حاصل تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح جب بیت الفضل لندن تشریف لاتے تھے تو عزیز صاحب کے سپرد ان کی مہمان نوازی کا کام ہوتا تھا۔ آیئے ان کی زبانی یہ واقعہ سنیں۔

قائد اعظم ہندوستان کے مسلمانوں کے رویہ اور بے عملی سے بیزار ہو کر مستقلاً لندن چلے آئے۔ اور ہیمپ سٹیڈ Hampstead میں ایک مکان خرید لیا۔ پریوی کونسل میں پریکٹس شروع کی اور یہ اعلان کر دیا کہ وہ ہندوستان کی سیاست سے اب کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی جو ہندوستان کی سیاست پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد امام جماعت بیت الفضل لندن کو لکھا کہ قائد اعظم جو ان دنوں صرف مسٹر جناح کے کے نام سے مشہور تھے۔ کو ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی قیادت دوبارہ سنبھالنے پر آمادہ کریں۔ کیونکہ مسلمانوں میں صاحب کردار لیڈران کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔ اور یہ بھی درد صاحب کو ہدایت کی کہ جناح صاحب کو بتائیں کہ اگر وہ واپسی پر آمادہ ہو جائیں تو جماعت احمدیہ ان کی پوری پوری مدد کرے گی۔

اس خط اور حکم کے ملنے پر مولانا درد صاحب نے قائد اعظم یا جناح صاحب سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بیت الفضل لندن میں آکر ان کے ساتھ چائے پینے کی دعوت دی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کا ایک اہم پیغام انہیں پہنچانا ہے۔ قائد اعظم نے یہ دعوت قبول کر لی۔ جس دن پہلی مرتبہ جناح صاحب نے بیت الفضل آنا تھا اس دن صبح درد صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ آکر جناح صاحب کا استقبال کروں اور ان کے لئے چائے وغیرہ بنانے کا اہتمام کروں۔ چنانچہ میں بروقت بیت الفضل حاضر ہو گیا۔ وقت مقررہ پر جناح صاحب تشریف لائے۔ میں نے ان کا استقبال کیا اور اندر لے جا کر مولانا درد صاحب سے متعارف کرایا۔ ۶۳ میلروز روڈ کے کمرہ استقبال میں یہ دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے اور میں چائے لانے چلا گیا۔ چند منٹ میں چائے اندر لایا اور رکھ کر جانے لگا تو درد صاحب نے فرمایا۔ آپ بھی بیٹھ جائیں چنانچہ میں بھی بیٹھ گیا۔ درد صاحب نے قائد اعظم کو حضرت امام جماعت الثانی کا پیغام پہنچایا اور انہیں ہندوستان واپس جا کر مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کرنا شروع کیا۔ لیکن قائد اعظم ٹس سے مس نہ ہوئے اور اس بات پر مصر رہے کہ وہ اب ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔ خیر اسطرح کی چار یا پانچ نشستیں مختلف اوقات میں ہوئیں۔ ہر دفعہ درد صاحب مجھے بلاتے رہے اور میں ان کی گفتگو میں شامل ہوتا رہا۔

عزیز صاحب لندن مشن کی چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ کرنل ڈگلس جس نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ پر قائم شدہ مقدمہ اقدام قتل کا فیصلہ سنایا تھا' سے عزیز صاحب کے بہت قریبی مراسم تھے۔ انہوں نے عزیز صاحب کو سارا واقعہ کئی دفعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب حضرت میرزا صاحب کو میری عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو ان پر نظر پڑتے ہی میرے دل میں یہ بات میخ کی طرح گڑ گئی کہ یہ شخص بالکل معصوم ہے۔ لیکن دوسری طرف گواہیاں بہت مضبوط تھیں اور عیسائی اور مسلمان اور ہندو سب مل کر حضرت میرزا صاحب کو قاتل ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ چند دن مقدمہ کی کاروائی جاری رہی اور میرا تذبذب بڑھتا رہا۔ آخر ایک دن جب مقدمہ ختم ہوا تو میں اپنے گھر کے برآمدہ میں ٹہلنے لگا اور مقدمہ کی کاروائی پر غور کرنا شروع کیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرزا صاحب میرے سامنے آن کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ میں بے گناہ ہوں۔ میں نے آپ کے مطہر چہرہ کی طرف دیکھا تو میرا دل بھی مجھے کہنے لگا اچھی طرح دیکھ لو۔ کیا یہ چہرہ کسی ہونے والے قاتل کا ہو سکتا ہے۔ یقیناً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں واپس گھر کے اندر چلا گیا اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلایا اور اس سے کہا کہ یہ شخص گناہگار نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ تمام گواہیاں اس کے خلاف ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس ۔ نے کہا کہ مقدمہ کا مرکزی کردار عبدالحمید ہے۔ جس کے اس بیان پر کہ حضرت میرزا صاحب نے اسے قتل کے لئے بھیجا ہے سارے مقدمہ کا دارومدار ہے۔ لیکن عبدالحمید پادریوں کے پاس رہتا ہے۔ اگر اسے ان سے الگ کر کے پولیس کی تحویل میں دیا جائے تو شاید وہ سچ بولنے پر آمادہ ہو جائے چنانچہ ڈگلس صاحب نے اگلے دن حکم جاری کر دیا کہ عبدالحمید کو پولیس کی تحویل میں دے دیا جائے۔ پولیس کے پاس آتے ہی عبدالحمید پھٹ پڑا اور روتے روتے کہا کہ میں نے تو حضرت میرزا صاحب سے کبھی کوئی بات ہی نہیں کی۔ یہ سب کچھ مجھے پادری مارٹن کلارک نے سکھا کر مجھ سے مقدمہ درج کرایا ہے۔

عزیز صاحب کہا کرتے تھے کہ ایک دن کرنل ڈگلس نے مجھے کہا کہ حیرت ہے کہ حضرت میرزا صاحب کی جماعت نے اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر ترقی کر لی ہے۔

باتیں تو بہت ہیں۔ لیکن مضمون لمبا ہو گیا ہے اس لئے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے پیارے بھائی کے درجات بلند کرے۔ ان کی اہلیہ اور بچوں اور پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں اور بھائی منان دین اور ان کے بچوں پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرماوے انہیں احمدیت کے شیدائی بنائے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرماوے۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم طاہر احمد صاحب بھٹی مربی سلسلہ کے سسر مکرم محمد شریف صاحب کھوکھر صدر حلقہ گلشن اقبال شرقی کراچی بعارضہ قلب بیمار ہیں اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ احباب سے ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ محترمہ استانی آمنہ بیگم صاحبہ سابق سیکرٹری لجنہ اماء اللہ شیخ پور ضلع گجرات راولپنڈی میں بیمار ہیں۔ اسی طرح محترمہ روبینہ صاحبہ بہو مکرم قریشی محمد اقبال صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ بھی بیمار ہیں۔ ہردو کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

پوسٹ کوڈ نمبر سے مطلع فرمائیں

○ محکمہ ڈاک کے قواعد کے مطابق تاکید کی جاتی ہے کہ جملہ خریداران روزنامہ و خطبہ نمبر الفضل اپنے متعلقہ ڈاک خانہ کے پوسٹ کوڈ نمبر سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ان کے پتہ کی چٹ پر پوسٹ کوڈ نمبر لکھوا دیا جائے۔

مینیجر روزنامہ الفضل ربوہ

○ "پس ہر احمدی مرد اور ہر احمدی بالغ عورت کا فرض ہے کہ اس تحریک میں شامل ہو بلکہ بچوں میں بھی یہ تحریک کی جائے اور رسمی طور پر انہیں اپنے ساتھ شامل کیا جائے"۔

(وکیل المال اول تحریک جدید)

بقیہ صفحہ ۵

سہولتیں چھوڑ کر پہلے تو اپنے ماتحت عملے کے منہ در منہ آکر بحث کرے۔ لڑائی کرے اور منوائے صرف یہی کہ میں افسر ہوں۔ بھئی افسر تو آپ ہیں۔ ثابت ہے۔ پھر؟؟

للذا اپنے ماتحتوں سے جھگڑا کرنے کا کوئی فائدہ اس کے سوا نہیں کہ آپ کے گھر کی فضاء مکدر ہو جائے گی۔ لوگ آپ کو ایک نک چڑھا افسر سمجھ کر آپ کو مصنوعی عزت تو دیں گے۔ پیار نہیں دیں گے۔ دعا نہیں دیں گے۔ سوچیں آپ کی کہی ہوئی باتیں ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی تو ان کی کہی ہوئی باتیں بھی آپ کو سکون و اطمینان سے نہیں بیٹھنے دیں گی ساری عمر آسیب کی طرح آپ کا پیچھا کریں گی۔ پھر؟؟

دنیا چند روزہ ہے۔ زندگی کی حقیقت پہچان لیں۔ کہ پانی کا ایک بلبلہ ہے۔ پھر ان جھگڑوں کا کیا فائدہ؟؟

○○○

بقیہ صفحہ ۶

زوجہ مکرم محمد احمد خان صاحب قوم راجپوت سابقہ پتہ ساکن قادیان۔

۴- مکرمہ عمر بی بی صاحبہ المعروف برکت بی بی صاحبہ زوجہ مکرم عبدالرحمان صاحب قوم راٹھور کشمیری سابقہ پتہ ساکن بیگووالہ ضلع سیالکوٹ حال قادیان وصیت نمبر ۴۲۵

۵- مکرم مسلم دین صاحب ولد مکرم مکھن صاحب قوم ڈوگر سابقہ پتہ ساکن اجمیر تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور۔ وصیت نمبر ۱۴۶۷

۶- مکرم عمر دین صاحب وصیت نمبر ۱۶۷۹ ولد محکم دین قوم راجپوت بھٹی ساکن اور التحصیل و ضلع سیالکوٹ

۷- مکرم شاہ محمد صاحب وصیت نمبر ۱۵۷۹ ولد مکرم راجا صاحب قوم راجپوت بھٹی ساکن اور التحصیل و ضلع سیالکوٹ

(سیکرٹری مجلس کارپرداز- ربوہ)

خبریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ربوہ : 16- جنوری-1995ء
آج دھوپ نکلی ہے۔ سردی بڑھ گئی ہے۔
درجہ حرارت کم از کم 4 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 12 درجے سنٹی گریڈ

○ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ گوادر پورٹ کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ امریکہ نے یہ بھی کہا ہے کہ بھارت کو ہتھیار دینے کا کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا۔ بھارت کے ساتھ ہونے والے دفاعی معاہدے کا تعلق محض دفاعی تحقیق اور معلومات کے تبادلے سے ہے۔ ہلکے طیارے یا مشترکہ دفاعی سامان کی تیاری اس معاہدے کے زمرے میں نہیں۔ امریکہ کشیدگی کم کرانا چاہتا ہے۔ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ گوادر کے حوالے سے شائع ہونے والی خبروں میں کوئی حقیقت نہیں۔

○ صدر مملکت فاروق احمد خاں لغاری نے کہا ہے کہ عبادت گاہوں پر حملوں نے ملک کا وقار مجروح کر دیا ہے۔ حکومت نے فرقہ واریت میں ملوث افراد کو سختی سے کچلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسے اقدامات کے مثبت نتائج جلد عوام کے سامنے آجائیں گے۔

○ پنجاب کے گورنر چوہدری الطاف حسین نے کہا ہے کہ پنجاب میری ذمہ داری ہے۔ یہاں میں کراچی جیسے حالات پیدا نہیں ہونے دوں گا۔

○ ملتان میں وکلاء پر پولیس تشدد کے خلاف صوبے بھر کے وکلاء ہڑتال کریں گے۔ بار کے ارکان انتظامیہ کے دفاتر کے سامنے دھرنا ماریں گے۔ تمام بار رومز پر سیاہ جھنڈے لہرائے جائیں گے۔ علامتی بھوک ہڑتال بھی کی جائے گی۔ ملتان کے ڈی سی کی تبدیلی تک تحریک جاری رکھنے کا اعلان کر دیا گیا۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ ہم نے ۱۹۹۴ء کے سال میں ترقی کے تمام ٹارگٹ پورے کر لئے ہیں۔ آئی ایم ایف کے ہدف مکمل کر لئے ہیں حالانکہ وہ بڑے مشکل تھے۔ اپوزیشن سے کچھ لو اور کچھ دو کے تحت معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گوادر فروخت نہیں ہو رہا۔ اوسلو مذاکرات بھی جھوٹا پراپیگنڈہ ہے۔ ہم نے مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مہنگائی کی وجہ یہ ہے کہ نواز شریف نے بہت زیادہ قرضے لئے تھے۔

○ قائد حزب اختلاف مسٹر نواز شریف نے کہا ہے کہ انتقامی ہتھکنڈے ختم نہ ہوئے تو ہر شخص اپنا فیصلہ خود کرنا شروع کر دے گا۔ جنگل کے قانون کو نافذ ہونے سے روکنا ہر محب وطن کی ذمہ داری ہے اپوزیشن کو آئینی کردار ادا کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ اس سے معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

○ سری نگر کی درگاہ حضرت بل میں بم کا دھماکہ ہونے سے ۱۳ نمازی زخمی ہو گئے شدید سردی کے باوجود ہزاروں افراد نماز جمعہ کے لئے جمع تھے کہ درگاہ کے احاطے میں طاقتور بم پھٹ گیا۔

○ ایران نے اسرائیل کو وارننگ دی ہے کہ اگر اس نے ایران کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کیا تو اسے اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔

○ وزیر اعظم کے قریبی ساتھی اور پیپلز پارٹی کے نمایاں لیڈر فیصل صالح حیات کو خیراتی کیس میں شامل تفتیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ایف آئی اے نے اس بارے میں حکومت سے اجازت طلب کر لی ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ نے کہا کہ اگر ٹھوس ثبوت ملا تو حکومت فیصل صالح حیات کی گرفتاری سے دریغ نہیں کرے گی۔ فیصل صالح اس وقت لندن میں مقیم ہیں۔ ٹیم لندن بھیجنے پر غور کیا جا رہا ہے۔

○ پروفیسر غفور احمد نے کہا ہے کہ بے نظیر حکومت کسی بھی وقت حادثے کا شکار ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کراچی کے حالات نہ فوج ٹھیک کر سکتی ہے نہ پولیس۔ ایم کیو ایم کے جائز مطالبات تسلیم کرنے ہوں گے۔

○ آزاد کشمیر کے صدر سردار سکندر حیات اور وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان کے درمیان مفاہمت کی تازہ ترین بات چیت ناکام ہو گئی ہے جس کے بعد حکومت کی تبدیلی کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔

○ مسلم لیگ (ن) کے ترجمان نے کہا ہے کہ حکومت گوادر بیچ کر اقوام متحدہ کی سیکرٹری شپ خریدنا چاہتی ہے عوام حکمرانوں کی سرگرمیوں کا نوٹس لیں۔

○ نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا ہے کہ مسٹر غلام مصطفیٰ جتوئی حکومت سے ناراض ہیں مگر اس کے باوجود تحریک عدم اعتماد کامیاب نہیں ہو سکتی۔

○ امریکی وزیر دفاع نے کہا ہے کہ ایشیا کے لوگ مذہبی انتہاپسندوں سے ہوشیار رہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو آزادی سے محروم کر دیتے ہیں امریکہ کو مذہبی انتہاپسندی پر تشویش لاحق ہے۔

○ وزیر بجلی و توانائی ملک غلام مصطفیٰ کھر نے کہا ہے کہ نئے ڈیموں کی تعمیر ایٹمی توانائی سے بھی زیادہ اہم ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انڈس بھاشا اور منڈا ڈیم پر ۱۵۔ اپریل تک اتفاق رائے حاصل کر لیا جائے گا۔ اس کے لئے وزرائے اعلیٰ سے مذاکرات کئے جائیں گے۔

○ سپاہ صحابہ کراچی کے رہنما قاری عزیز الرحمان فاروقی کو نامعلوم افراد نے ان کے آبائی گاؤں بالاکوٹ میں ہلاک کر دیا۔

○ حکومت نے ۵ فروری کو کشمیری عوام کی جدوجہد اور حق خود ارادیت سے یکجہتی کے اظہار کے لئے ملک گیر ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ کشمیر کمیٹی کے سربراہ نواب زادہ نصراللہ خان کی درخواست پر کیا گیا ہے۔

○ کلاشنکوف کی برآمدگی کے مقدمہ میں مسلم لیگ (ن) کے اسیر رکن قومی اسمبلی شیخ رشید احمد پر فرد جرم عائد کر دی گئی ہے۔

○ پیر صاحب پگاڑا نے کہا ہے کہ عنقریب بڑے سیاسی دھماکے ہوں گے نعرے بازی کی سیاست ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔

○ واپڈا کے حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ لوڈشیڈنگ میں ۷۰ فیصد کی کمی کر دی گئی ہے۔ پانی ضرورت کے مطابق ہوا تو لوڈشیڈنگ ختم کر دی جائے گی۔

○ صوبہ سرحد میں اے این پی کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے صوبائی اسمبلی کے رکن غنی داد خان نے گزشتہ روز وزارت کا حلف اٹھا لیا۔

○ سابق بھارتی وزیر جنہوں نے حال ہی میں وزیر اعظم سے اختلافات کی وجہ سے استعفیٰ دیا تھا کہا ہے کہ انتہاپسند ہندو بھارت کے مسلمانوں کو ان کا حق نہیں دینا چاہتے۔ تعلیم کے شعبے میں مسلمانوں کی ترقی کے لئے کوئی کام نہیں ہوا۔ اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ انہوں نے نئی دہلی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھارت انہی حالات کا شکار ہے جن کی وجہ سے روس ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔

○ چیچنیا پر تازہ روسی حملہ بھی پسپا ہو گیا ہے۔ امریکہ نے روس سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ جنگ بند کر دے اور معاملے کو مذاکرات سے حل کرے۔ صدارتی محل اور پارلیمنٹ کی بلڈنگ پر چیچنیا کا پرچم بدستور لہرا رہا ہے۔ گزشتہ روز روس کی حکومت نے پارلیمنٹ کی بلڈنگ پر قبضے کا دعویٰ کیا تھا۔ بتایا گیا ہے کہ روسی فوج کے جوان پارلیمنٹ کی بلڈنگ میں داخل ہوئے تو پارلیمنٹ میں موجود چیچنین فوجیوں نے انہیں مار بھگایا۔

○ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ گوادر پاکستان ہی کا حصہ ہے۔ اور پاکستان ہی کا حصہ رہے گا۔ ایٹمی پروگرام پر دباؤ نہ ڈالنے کا اعلان کر کے امریکہ نے پاکستان کے موقف کی حمایت کر دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ "تیسرا فریق" ہی حل کرا سکتا ہے۔ امریکی وزیر دفاع نے کشمیر کے معاملے پر مصالحت کرانے کی پیشکش کی ہے۔ کشمیر کے بارے میں قراردادیں غیر مؤثر نہیں ہوئیں۔ برطانیہ کو ہمارا موقف تسلیم کرنا پڑے گا۔

○ اسیر ارکان قومی اسمبلی میں نہ لانے پر اپوزیشن نے حکومت سے مذاکرات کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ حزب اختلاف کے ارکان اور وزراء سے سپیکر کی الگ الگ ملاقاتیں ہوئیں۔ اپوزیشن نے کہا ہے کہ سپیکر کی رولنگ مانے جانے تک کسی قسم کے مذاکرات نہیں کریں گے۔

○ الائیڈ بینک کے پنجاب کے سربراہ کو بھی فوری طور پر تبدیل کر دیا گیا ہے۔

○ وزیر اعظم سے اٹارنی جنرل اور وزیر قانون نے ملاقات کی اور سپیکر کی رولنگ پر بات چیت کی۔

○ لاہور سمیت متعدد شہروں میں بارش ہونے سے درجہ حرارت گر گیا ہے۔

ہر گھر میں ہر وقت رکھنے کی دوا
• گیس ٹربل • قبض • بدہضمی • کمی بھوک
ہاضمون رجسٹرڈ
خط لکھ کر بذریعہ ڈاک طلب کریں
نصرت دواخانہ ربوہ

قدیمی • اولین • شہرہ آفاق
مطب حمید
۱۹۱۱ء سے مصروف خدمت ادارہ
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ
جی ٹی روڈ ننگ پنڈی بائی پاس گوجرانوالہ
فون: 254634

دارالعلوم ربوہ 26/1
ساہیوال روڈ کے اوپر دو کنال رقبہ
برائے فروخت
عبدالمومن قریشی ۔ عبدالحیٔ قریشی
لاہور فون نمبرز 6662743
371912
380 - سرفراز رفیقی روڈ
لاہور کینٹ